ضربِ کلیم کا مردِ مسلماں

ڈاکٹر رؤف خیر

موتی محل، گولکنڈہ، حیدرآباد۔500008، موبائل: 9440945645

یہ بات طے ہے کہ علامہ اقبال کی فکر کا سرچشمہ کلام اللہ ہے۔ جس قدر فیض اقبال نے قرآن مجید سے اٹھایا ہے شاید ہی کسی اور شاعر نے اٹھایا ہو۔ اسی برکت سے اقبال کی مقبولیت ساری علمی دنیا میں مسلمہ ہے۔ انسانوں سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہماری کتاب میں تدبر سے کام لو اس میں تمہارا ہی ذکر ہے۔ ظاہر ہے انسان ہر قسم کے ہیں۔ کافر، منافق اور مومن۔ یہ خاص اصطلاحات قرآن کی پہلی سورت سے آخری سورت تک دیکھی جاسکتی ہیں۔

میں یہاں قدرے جسارت سے کام لے کر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کلام اللہ معجزہ ہونے کی وجہ سے اللہ نے عرب کے ان دعویداران زبان و ادب کو چیلنج کیا تھا، للکارا تھا کہ اگر دم ہو تو ایسی کوئی سورت بنالاؤ پھر اس چیلنج میں اور کمی کر کے فرمایا کہ چلو ایک سورت نہ سہی ایک آیت ہی ایسی کہہ کر تو دکھادو بلکہ اپنے سارے مدعیان سخن کو جمع کرلو اور کوشش کرلو۔ یہ چیلنج تا قیامت برقرار رہے گا۔ ہمارا ناچیز خیال ہے کہ اقبال کا فکر و فن چونکہ اسی کلام ربانی سے مستنیر ہے تو اقبال بھی بفیض الٰہی اس منصبِ عالی پر متمکن دکھائی دیتے ہیں کہ ان کی طرح کی ایک نظم یا غزل یا قطعہ کہنا بھی نام نہاد اماماں فکر و فن کے لیے ہمیشہ سے چیلنج رہا ہے۔

اسی سلسلے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تمام کلام مجید کے سی پاروں میں دنیا و آخرت کا ہر موضوع تفصیل سے بیان ہوا ہے، لیکن تیسویں پارۂ عم کی چھوٹی چھوٹی سورتیں بظاہر مختصر دکھائی دیتی ہیں مگر تین تین، چار چار آیات پر مشتمل سورتوں میں ایمانیات و اسلامیات کی ایک دنیا رکھ دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ العصر، سورۃ الکوثر، سورۃ النصر، سورۃ القدر وغیرہ۔ سورۃ العصر کے بارے میں امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر پورا کلام مجید نہ بھی نازل ہوا ہوتا تو صرف یہ مختصر سی سورت انسان کی فلاح و صلاح کے لیے کافی ہو جاتی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے مل کر جدا ہوتے تو یہ سورت سنا کر جدا ہوتے۔

والعصر۔ ان الانسان لفی خسر ۔الا الذین آمنوا وعملوالصّٰلحٰت و تواصوا بالحق و تواصو ابالصبر۔

ترجمہ: زمانے کی قسم۔ انسان درحقیقت بڑے خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔

(تفہیم القرآن، جلد ششم)

اس کی تفسیر میں مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے۔ ہمارے عصر کے ایک بہت بڑے مفکر و مقرر عالم بے بدل ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنی تنظیم کی بنیاد اسی سورت پر قائم کی۔ ان کا مرتّبہ ''منتخب نصاب'' اسی اجمال کی تفصیل ہے۔ یہی حال پارۂ عم کی دیگر مختصر مختصر سورتوں کا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے صاحب زادے ابراہیم کا جب انتقال ہوا تو ابوجہل وابولہب نے کہنا شروع کیا تھا کہ اب رسول اللہ ﷺ کی نسل کا خاتمہ ہوگیا۔ اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۂ کوثر نازل فرما کر تسلی دی کہ دنیا میں مردوں میں سے کسی کے باپ نہ ہونے کے باوجود آپ کا نام نامی اسم گرامی تو قیامت تک آنے والے آپ کے روحانی بیٹوں کے ذریعے آپ کی شان روشن کرتا رہے گا جب کہ آپ پر طنز کرنے والے ہی بے نام ونشان ہوکر رہ جائیں گے اور یہ کہ حوضِ کوثر پر تشریف فرما ہو کر آپ ﷺ اپنے جاں نثاروں کو جامِ کوثر سے سیراب فرمائیں گے۔ یہ فضیلت کسی اور کو حاصل نہ رہے گی۔ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ شکرانے کے طور پر آپ ﷺ سجدہ ریز ہو جائیں اور قربانی دیں۔ دیکھئے تین آیات کی اس مختصر ترین سورۃ الکوثر میں کیا کیا فرمادیا گیا ہے۔

علامہ اقبال نے بھی اسی طرح قرآنی اسلوب Diction کی پیروی کرتے ہوئے اپنے تمام فکر و فلسفہ کا نچوڑ اپنی کتاب ضربِ کلیم کی مختصر مختصر تخلیقات میں پیش کرنے کی ایماندارانہ کوشش کی ہے۔ بانگ درا اور بال جبریل کی طویل نظموں، غزلوں میں جو کچھ کہا تھا اس کو اقبال نے جوہر فکر Essense کی طرح ضربِ کلیم میں پیش کیا ہے۔ تین اشعار کے ذریعے ضربِ کلیم کی ابتدا ہی میں اقبال ناظرین کو للکارتے ہیں:

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ
یہ زورِ دست و ضربتِ کاری کا ہے مقام
میدانِ جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ
خونِ دل و جگر سے ہے سرمایۂ حیات
فطرت لہو ترنگ ہے غافل، نہ جل ترنگ

زندگی کے سنگین حقائق پر نظر رکھنے والا کانچ کا پیراہن زیبِ تن نہیں کرتا۔ میدان جنگ میں چنگ و رباب کا کیا کام؟ یہاں تو زورِ بازو سے کام لیتے ہوئے باطل پر کاری ضرب لگانے کی ضرورت ہے۔ دل وجگر میں اگر خون رواں دواں ہے تو یہی سرمایۂ حیات ہے کہ فطرت لہو کے ترنگ کی تمنائی ہے جل دھارا کی نہیں۔ دیکھئے صرف تین شعروں میں اقبال نے مردمومن کو کیا بننا ہے اور کیا نہیں ہونا ہے کی پوری تعلیم دے دی ہے۔

ترا گناہ ہے اقبال مجلس آرائی
اگر چہ تو ہے مثالِ زمانہ کم پیو ند
جو کُو کنار کے خوگر تھے ان غریبوں کو
تری نوا نے دیا ذوقِ جذبہ ہائے بلند

زمانے میں انقلابات تو آتے ہی رہتے ہیں، مگر اقبال اپنے دو شعروں میں مردمومن کا تعارف ضرب کلیم کی ابتدا میں کچھ اس طرح کراتے ہیں:

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

ناچیز رؤف خیر کا ایک شعر ہے:

ہمارا کفر بھی ایمان کا تقاضہ ہے
اسی لیے تو کہا لا الہٰ الا اللہ

پہلے تمام معبودانِ باطل سے ہاتھ اٹھانا ہے، تب الا اللہ کی منزل آتی ہے۔ اقبال اسی فکر کو پیش کرتے ہوئے فرقِ باطل پر ضربِ شدید لگاتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ
کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا
فریبِ سود و زیاں لا الہ الا اللہ

''متاعِ غرور'' خالص قرآن کی اصطلاح ہے جس سے اقبال نے فیض اٹھایا ہے۔

یہ مال و دولتِ دنیا، یہ رشتہ و پیوند
بتانِ و ہم و گماں لا الہ الا اللہ

یہاں پھر اقبال قرآنی اسلوب سے استفادہ کرتے ہیں کہ قرآن کہتا ہے آل اولاد و مال ومتاع تمہارے لیے فتنہ ہیں انما اموالکم و اولاد کم فتنة (التغابن:۱۵)

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زنّاری
نہ ہے زماں نہ مکاں لا الہ الا اللہ
یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

مومن کے لیے فائدے ہی فائدے ہیں اگر اللہ سرفراز فرماتا ہے تو شکر بجالاتا ہے اور اگر آزماتا ہے تو صبر واستقامت سے کام لیتا ہے۔ دونوں حالات میں اللہ سے جڑا رہتا ہے۔ روگردانی نہیں کرتا۔

اگر چہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الہ الا اللہ

''تن بہ تقدیر'' مسلمانوں کو اقبال جھنجھوڑتے ہوئے غیرت دلاتے ہیں:

تن بہ تقدیر ہے آج ان کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

قرآن کہتا ہے۔ لیس للانسان الا ماسعٰی۔ (انسان کے لیے وہی ہے جو اس نے کمایا)

''اجتہاد'' کے نام پر جو دھاندلیاں نام نہاد مسلمانوں کے بکاؤ مفتی کیا کرتے ہیں ان پر اقبال ضرب لگاتے ہیں:

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

ایسے ہی دو رکعت کے اماموں پر اقبال کا طنز بڑا کاری ہے:

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بے چارے دو رکعت کے امام

ایسے ہی ملاؤں سے اقبال نالاں ہیں اور انھیں ہدفِ ملامت بناتے رہتے ہیں:

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو
تری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام
تری نماز میں باقی جلال ہے نہ جمال
تری اذاں میں نہیں ہے مری سحر کا پیام
(مُلّائے حرم)

ایک اور جگہ اقبال احساس دلاتے ہیں:

زمانے ایک حیات ایک کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصۂ جدید و قدیم

بے کردار ہندی مسلمانوں کی عبرت خیز صورتِ حال کا جو نقشہ اقبال نے برسوں پہلے کھینچا تھا آج کے دور کے مسلمان پر بھی صادق آتا ہے۔

غدّارِ وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن
انگریز سمجھتا ہے مسلماں کو گدا گر

اسی لیے اقبال دو شعروں میں ''حیاتِ ابدی'' کا نسخہ بتاتے ہیں:

زندگانی ہے صدف قطرۂ نیساں ہے خودی
وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو گہر کر نہ سکے
ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

''تصوف'' کے نام پر جو بے عملی کی تعلیم دی جاتی ہے اس پر اقبال کی چوٹ ملاحظہ کیجیے:

یہ ذکرِ نیم شبی یہ مراقبے یہ سرور
تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں
خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
(تصوف)

علامہ اقبال تو حیدرؓ و خالدؓ و عمرؓ جیسے اسلاف کے ایمان و اسلام کے قائل ہیں وہ ''ہندی اسلام'' کو درخورِ اعتنا ہی نہیں سمجھتے جو فرقوں میں بٹا ہوا ہے۔

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوتِ بازو
آتی نہیں کچھ کام یہاں عقلِ خدا داد

ملّت جب وحدت نا آشنا ہو جاتی ہے تو مسکینی و محکومی و نومیدی جاوید اس کا مقدر ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی راہبانہ بود و باش اختیار کرنے والوں پر اقبال غم و غصہ کا اظہار کرتے ہیں۔ کچھ شدت پسند تو ایسے بھی ہیں جو خدا بیزار بھی ہیں۔ ان سے اقبال مخاطب ہیں:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

ضرب کلیم میں اقبال نے بہت جامع طرز بیان اختیار کیا ہے جو دراصل پارۂ عم کے قرآنی نہج سے استفادہ پر مشتمل ہے:

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے تعارف میں قرآن کہتا ہے: اَشِدّاء علی الکفار و رحماء بینھم

اسی بات کو اقبال نے دل نشیں شعر میں ڈھال دیا ہے:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

''ضربِ کلیم'' میں مختلف عنوانات کے تحت فکر انگیز جامع نظمیں ہیں، مگر صرف چار غزلیں پائی جاتی ہیں جن کے اشعار مربوط و مسلسل فکر پر مبنی ہیں۔ پہلی غزل میں اقبال نام نہاد مسلمان سے مکالمہ کرتے نظر آتے ہیں:

تیری متاع حیات علم و ہنر کا سرور
میری متاع حیات ایک دلِ ناصبور
مصلحتاً کہہ دیا میں نے مسلماں تجھے
تیرے نفس میں نہیں گرمیِ یوم النشور
خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
عشق ہو جس کا جسور، فقر ہو جس کا غیور

اس طرح اقبال قوم کو ایک رہنمایانہ اصول دے رہے ہیں کہ جسارت و جرأت مند عشق اور غیرت مند فقر والی قوم کبھی ذلیل و خوار نہیں ہو سکتی۔

جرأت ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے
اے مردِ خدا ملکِ خدا تنگ نہیں ہے

اقبال کو اندازہ ہے کہ ان کی بات پہنچ نہیں پا رہی ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں:

بیاں میں نکتۂ توحید آتو سکتا ہے
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

ضرب کلیم کا خاص موضوع انسان، وہ بھی مرد مسلمان ہے۔ بار بار اس سے مخاطب ہو کر اقبال اس کی کردار سازی کرتے ہیں تا کہ وہ بھیڑ میں گم ہو کر نہ رہ جائے:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

اقبال بجائے خود پنجابی ہوتے ہوئے بھی پنجابی مسلمان کی مذہب میں جدت پسندی کو نشانہ بناتے ہیں۔مخفی مباد کہ قادیان بھی پنجاب ہی میں واقع ہوا ہے۔

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کرلے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد

اس میں پنجاب کی کوئی قید نہیں ہے شمال سے دکن تک قرآنی احکام کی من مانی تاویلات کے ذریعے سادہ لوح مسلمانوں کو لوٹنے کا سلسلہ دراز ہے ۔اقبال زبان کے تخلیقی استعمال سے بھی خوب چونکاتے ہیں۔یہاں ''تازہ پسند'' اور''ہرتا'' کا استعمال مزہ دے رہا ہے ۔ جو مسلمان''تازہ پسندی'' کا شکار ہوجاتا ہے اسے:

ہے کس کی یہ جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے
حُریّتِ افکار کی نعمت ہے خداداد
چاہے تو کرے کعبے کو آتش کدۂ پارس
چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد
ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا
اسلام ہے محبوس، مسلمان ہے آزاد

(آزادی)

مگر اقبال آگے اپنا فیصلہ بھی سنا دیتے ہیں:

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

ایسے ہی مردِ مومن کا''موت'' بھی کچھ بگاڑ نہیں سکتی ۔اقبال کہتے ہیں:

لحد میں بھی یہی غیب و حضور رہتا ہے
اگر ہو زندہ تو دل نا صبور رہتا ہے
فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

(موت)

غزل کا فارم یوں بھی ایجاز میں اعجاز کا فن ہے اور اقبال نے اس فن کو معراج تک پہنچا دیا ہے: ضربِ کلیم عجز بیانی نہیں بلکہ معجز بیانی سے بھری ہوئی ہے۔

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد
شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُر دم ہے اگر تو تو نہیں خطرۂ افتاد

کیوں کہ جہاں باز و سمٹتے ہیں وہیں صیاد ہوتا ہے۔

شیرِ میسور ٹیپو سلطان علامہ اقبال کا آئیڈیل (مثالی کردار) ہے۔ مردِ مومن کے لیے اقبال نے اپنے دل کی آواز کو''سلطان ٹیپو کی وصیت'' کے روپ میں پیش کیا ہے:

تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول
کھویا نہ جا صنم کدۂ کائنات میں
محفل گداز ۔گرمیِ محفل نہ کر قبول
باطل دوئی پسند ہے ، حق لاشریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

اقبال حق و باطل میں سے باطل کو رد کرتے ہوئے صرف اور صرف حق اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔مصلحت و مصالحت اسلام کی گھٹی ہی میں نہیں ہے۔اسلام میں یا تو Yes ہے یا پھر No ہے۔ورنہ "تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر" کا مطلب ہی کیا رہ جاتا۔قرآن ایک،صراطِ مستقیم ایک،اسوۂ حسنہ ایک۔چوراہے کبھی منزل تک نہیں پہنچاتے۔یہی سبب ہے کہ ''آزادیِ افکار'' کے نام پر کھلی چھوٹ گمراہی کا شاخسانہ ہوتی ہے:

آزادیِ افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادیِ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

اقبال مردِ مومن کو''ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا'' دیکھنا نہیں چاہتے بلکہ اسے متحرک و فعال دیکھنا چاہتے ہیں:

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں

طوطا مینا کی طرح رٹنے سے کیا ہوتا ہے۔ اقبال تو کتاب کو اس طرح پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں گویا کتاب کا نزول پڑھنے والے ہی کے دل پر ہو رہا ہو۔ یہ ایسی کتاب ہے جسے آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھنے کی ضرورت ہے تب جا کر کتاب کا حق ادا ہوگا اور پڑھنے والے کو فائدہ بھی ہوگا۔ یہ کلام پڑھ کر مردوں کو بخشوانا نہیں ہے بلکہ یہ زندہ دلوں کی تربیت ہی کے لیے اتارا گیا ہے۔ اقبال کے بارے میں آیا ہے کہ ان کے زیر مطالعہ رہنے والا مصحف ان کے آنسوؤں میں بھیگ جاتا تھا۔ تبھی تو اقبال کے کلام میں قرآنی اسلوب ہر شعر سے بولتا دکھائی دیتا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے ضرب کلیم مختصر ترین نظموں پر مشتمل ہے غزلیں بس دو چار ہی ہیں، ضرب کلیم کی غزلیں بھی نظم ہی کی طرح مختصر مگر فکر کی گہرائی و گیرائی سے بھرپور ہیں۔ دوسری غزل کے دو شعر دیکھیے:

ملے گا منزلِ مقصود کا اسی کو سراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ
میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندۂ حر کے لیے جہاں میں فراغ

افسوس کہ ہمارے جوانوں کو فرصت ہی فرصت فراغت ہی فراغت حاصل ہے۔ وہ راتوں میں دیر تک کسی صراط غیر مستقیم (پُل) پر یا چبوتروں پر گھنٹوں گپ بازی میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ اپنے گھر کے دروازے کے بالکل سامنے مسجد کا گیٹ ہوتا ہے اس کے باوجود اللہ کا بندہ مسجد میں کبھی قدم نہیں رکھتا۔ ایسے ہی آزاد بندوں کو غیرت دلاتے ہوئے اقبال کہتے ہیں کہ میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو۔ ورنہ بقول اقبال:

ہزار کام ہیں مردانِ حُر کو دنیا میں

ہمارا ایک مصرع ہے:

مومن کے لیے کوئی تعطیل نہیں ہوتی۔ (خیر)

یہاں تو ایک ایک پل بڑا قیمتی ہے۔ یہ پل پھر لوٹ کر آنے والا نہیں ہے۔ اقبال نوجوانوں کو رہبانیت اور گوشہ نشینی کی تعلیم نہیں دیتے بلکہ زمانے سے آنکھ ملانا سکھاتے ہیں:

مشرق سے ہو بیزار نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر

اسی لیے اقبال، صاحب نظر بننے کا نوجوان کو مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شئے کی حقیقت کو نہ سمجھے وہ نظر کیا
جس سے دلِ دریا متلاطم نہیں ہوتا
اے قطرۂ نیساں وہ صدف کیا وہ گہر کیا

اقبال مرد مسلماں کو مصروفِ تگ و دو دیکھنا چاہتے ہیں۔ بے کار و مضمحل نہیں دیکھنا چاہتے۔

ایسی کوئی دنیا نہیں افلاک کے نیچے
بے معرکہ ہاتھ آئے جہاں تختِ جم و کے
ہر لحظہ نیا طور نئی برقِ تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

ایک اور جگہ اقبال مرد مسلماں کو احساس دلاتے ہیں کہ کوئی چیز یوں ہی حاصل نہیں ہوجاتی:

خونِ رگِ معمار کی گرمی سے ہے تعمیر
ے خانۂ حافظ ہو کہ بت خانۂ بہزاد
بے محنتِ پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
روشن شررِ تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد

مختصر یہ کہ ضربِ کلیم میں اقبال مردانِ مجاہد کے سالار نظر آتے ہیں۔

○○

دہلی کے ممتاز صحافی

اس کتاب کی اشاعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہمارے وہ باکمال صحافی جنھوں نے اپنی فکر و دانش سے ملک کے نظام کی سمت و رفتار متعین کی اور ایسے زمانے میں اس فن سے وابستہ رہے جب کہ یہ صرف گھاٹے کا سودا تھا لیکن ان سرکردہ صحافیوں نے اپنے اصولوں سے کبھی بے وفائی نہیں کی۔

ان اکابرین کی سوانح اور کارناموں کو منظر عام پر لانے کے لیے یہ کتاب ایک دستاویز کا درجہ رکھتی ہے۔ اکادمی کی کوشش ہے کہ ان لوگوں کے حالاتِ زندگی سے ہماری نوجوان نسل واقف ہو سکے نیز ان کے اصول وضوابط، ان کی میانہ روی سے سبق حاصل کر سکے۔

مصنف: سہیل انجم

صفحات: ۲۳۶، قیمت: ۱۵۰ روپے

ناشر: اردو اکادمی، دہلی